© rasailojaraid.com

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقیدہ ختم نبوت..............اور ہمارا طرز عمل!

دین کی تکمیل امت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا احسان ہے۔ اسلام کو بطور دین ہمارے لیے پسند فرمایا گیا۔ اور یہ عالمگیر دین قیامت تک باقی رہے گا۔ ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا'' دین کی تکمیل اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس کے بعد نہ کوئی دین آئے گا۔ اور نہ ہی پیغمبر۔ حضرت محمد ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں۔ ''ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین '' اب دین اپنی آخری اور حتمی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ جس میں کسی قسم کی ترمیم اور اضافے کی گنجائش نہیں ہے۔ خصوصاً وہ مسائل جن کے بارے میں واضح نصوص موجود ہیں۔ حلال وحرام واضح ہو چکے ہیں۔ اور اسی طرح عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات کی تعلیم بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اس کے بعد بھی کوئی اگر اس میں کمی بیشی کرتا ہے۔ دین میں نئی ایجادات کرتا ہے۔ یا واضح نصوص اور حکامات کی ایسی تاویل کرتا ہے۔ جو سلف صالحین، آئمہ فقہاء اور محدثین سے ہٹ کر ہے۔ تو گویا ان کے نزدیک دین کی تکمیل نہیں ہوئی۔ بلکہ اس میں بہت ساری کمی اور کمزوری ہیں۔ (العیاذ باللہ) جنہیں وہ اپنی دانست کے مطابق پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

عقیدہ ختم نبوت کا تقاضا یہی ہے کہ ہم جہاں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری پیغمبر تسلیم کریں۔ وہاں یہ بھی مانیں کہ آپ کے ذریعے شریعت مکمل ہو چکی ہے۔ جس میں اب اضافے کی گنجائش ہے اور نہ ہی من مرضی تاویلات کی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عقیدہ ختم نبوت کا پرچار کرنے والے اگر دین میں نئی ایجادات کریں۔ اور آئے دن نئی رسمیں اور طریقے بیان کریں۔ اور اسے نیکی اور تقرب الٰہی کا ذریعہ سمجھیں اور اپنی خواہشات کو دین قرار دیں تو کون بھلا مانس ان کے عقیدہ ختم نبوت کو تسلیم کرے گا؟ یہ لوگ یا تو عقیدہ ختم نبوت کی حقیقت سے بے خبر ہیں یا عمداً ایسا کرتے ہیں۔ تاکہ عقیدہ ختم نبوت میں دراڑ پیدا کی جاسکے۔ ان کے نزدیک شریعت نامکمل ہے اور اسکی تکمیل کی سعی نا تمام کررہے ہیں۔ ایسے ہی وہ لوگ جو آپ ﷺ کے واضح احکامات اور فرامین کے بعد اپنی پسند اور ناپسند کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اور اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ ان کے ممدوح آئمہ کرام نے چونکہ ایسا نہیں کیا۔ لہذا ہم اپنے آئمہ کے پابند ہیں۔ تو انہیں بھی عقیدہ ختم نبوت کا پاسبان بننے کا دعوی نہیں کرنا چاہیے۔

آج مخالف اسلام قوتیں مسلمانوں کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ اور طرح طرح کے طریقے استعمال کررہی ہیں۔ اسلام کی اصل اساس اور خالص تعلیمات کو مسخ کرنے کے لیے نئے افکار اور توجیہات پیش کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے اس کام کو آسان کرنے کے لیے انہیں مسلمانوں میں ایسے لوگ میسر آجاتے ہیں جو دو ہاتھ بڑھ کر خدمت بجالاتے ہیں۔ دوٹوک اور واضح عقائد کی جگہ تصوف کی آڑ میں باطل نظریات اور ہندو عقائد کا پرچار کیا جارہا ہے۔ حلول، وحدۃ الوجود اور تناسخ جیسے گمراہ کن عقائد کا منبر ومحراب پر اظہار کیا جارہا ہے۔ اعتدال کے نام پر حلال وحرام میں گنجائش پیدا کی جارہی ہے۔ شخصیت پرستی اور کسی ایک امام کی لازمی تقلید کو دین کا جزء قرار دیا جاتا ہے۔ اور جو اس سے انکاری ہو اس پر طعن وتشنیع کی جاتی ہے۔

اہل علم اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں کہ تاریخ اسلام میں جتنے بھی آئمہ کرام اور فقہاء اور محدثین عظام ہوئے انہوں نے کبھی یہ دعوی نہیں کیا کہ دینی مسائل کے بارے میں ان کی رائے حتمی اور حرف آخر ہے۔ بلکہ ہمیشہ یہ کہا کہ اگر ان کی رائے کے مقابلے میں صحیح حدیث مل جائے تو وہی ہمارا مسلک اور طریقہ ہے اور ہماری رائے ناقابل عمل ہے۔ لیکن افسوس آج معاملہ اس کے برعکس ہے۔ بقول حالیؔ! اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں۔ والی بات ہے۔

عقیدہ ختم نبوت کا اولین تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کو جس طرح آخری نبی اور رسول ماننا ضروری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اسی طرح آپ کی تعلیمات کو بھی آخری اور حتمی اور مکمل مانا جائے۔ اور ان سے سرمو انحراف نہ کیا جائے۔ اور جس طرح آپ کی عفت وعصمت کی حفاظت ہم پر فرض ہے۔ اسی طرح آپکی سچی اور کھری تعلیمات کا تحفظ بھی کریں۔ اور ہر قسم کی آمیزش سے پاک رکھیں۔ اور آئندہ نسل تک منتقل کریں۔ جیسا کہ سلف صالحین نے ہم تک پہنچایا۔ عقیدہ ختم نبوت کا تقاضا ہے کہ ہم بدعات کی حوصلہ شکنی کریں۔ اور لوگوں کو خالص اسلام کی دعوت دیں۔ عقیدہ ختم نبوت تقلید جامد کی بھی نفی کرتا ہے۔ اور صرف نبی اکرم ﷺ کی اتباع اور اطاعت کی تلقین کرتا ہے۔ ''من یطع الرسول فقد اطاع اللہ'' عقیدہ ختم نبوت ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم ان تمام باطل نظریات، غلط عقائد کی نہ صرف نفی کریں۔ بلکہ توحید الوہیت، توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات پر اسی طرح ایمان لائیں جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس طرح ایمان رکھا۔ عقیدہ ختم نبوت کا محض زبانی اظہار کافی نہیں۔ بلکہ اس کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی عبادات، معاملات، تجارت، لین دین اور اخلاقیات میں بھی وہی طریقہ اور سلوک اختیار کریں۔ جو نبی آخر الزمان ﷺ نے اپنایا تھا۔ بصورت دیگر یہ محض دعوی ہے۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

اللہ تعالی ہمیں صحیح معنوں میں عقیدہ ختم نبوت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے اور ختم نبوت کا صحیح پاسبان بننے کی توفیق دے۔ آمین۔

آزاد عدلیہ.................قوم کا حسین خواب!

کوئی معاشرہ اس وقت تک مہذب متمدن کہلانے کا حق نہیں رکھتا جب تک کہ اس میں عدل وانصاف کا بول بالا نہ ہو۔ قوموں کی تعمیر وترقی میں بنیادی کردار عدل وانصاف ہی کا ہوتا ہے۔ جس کے ذریعے معاشرے کے تمام طبقوں کو آگے بڑھنے کے یکساں مواقع ملتے ہیں۔ ظلم، جبر، زبردستی، دھونس دندھالی کے تمام حربے اپنی موت آپ مرجاتے ہیں۔ قوم کا ہر فرد امن، آشتی، سکون، آرام اور اطمینان سے زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کی جان، مال، آبرو محفوظ ہوتی ہے۔ امیر ہو یا غریب بادشاہ ہو یا فقیر عدل کے میزان میں سب برابر ہیں۔ عدل کے بغیر انسانی معاشرہ جنگل سے بھی بدتر ہے۔ جہاں طاقت ور کمزور کو کھا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور کوئی پرسان حال نہیں ہوتا ہے۔

اسلامی معاشرے کا حسن عدل وانصاف سے وابستہ ہے۔ اسلام کے نظام عدل ہی نے مسلمانوں کو کمال عروج تک پہنچایا۔ اسلام کا سنہری دور عدل وانصاف کے واقعات سے مزین ہے۔ انسانی تاریخ جس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

قاضی شریح قرون اولیٰ کے ممتاز قاضیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ بے حد ذہین عالی دماغ اور معاملہ فہم تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں افضل الناس قرار دیا تھا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا معاملہ ایک اعرابی سے ہوا۔ اس سے گھوڑا خریدا قیمت طے ہونے کے بعد گھوڑے پر کسی کو سوار کرایا۔ تاکہ چیک کیا جا سکے۔ اتفاقاً گھوڑا زخمی ہوگیا۔ بات الجھ گئی۔ سیدنا عمرؓ نے اعرابی کو کہا کہ کسی کو ثالث مان لو اس نے شریح عراقی کا نام لیا۔ جبکہ حضرت عمرؓ انہیں جانتے نہیں تھے۔ بہرحال انہیں بلایا گیا۔ اور معاملہ ان کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ بات سن کر فرمایا۔ یا امیر المومنین ''اخذته صحیحا سلیما علی سوم فعلیک ان ترده سلیما کما اخذته'' امیر المومنین آپ نے صحیح سالم تندرست گھوڑے کی قیمت طے کی تھی۔ آپ کو ویسا ہی واپس کرنا چاہیے۔ سیدنا عمر بن خطاب کو یہ فیصلہ بہت پسند آیا۔ اور قاضی شریح کو عہدہ قضاء پر مقرر فرما دیا۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زرہ گم ہوگئی تو انہوں نے کسی یہودی کے پاس دیکھی۔ جو اسے کوفہ کے بازار میں فروخت کر رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ زرہ تو میری ہے۔ یہودی نے کہا کہ یہ میری ہے۔ میرے قبضہ میں ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ ٹھیک ہے قاضی کے پاس چل کر فیصلہ کرتے ہیں۔ قاضی شریح نے دونوں کی بات سن کر سیدنا علیؓ سے گواہ طلب کیے۔ تو انہوں نے اپنے بیٹے حسنؓ اور آزاد کردہ غلام قنبر کا نام لیا۔ جس پر قاضی شریح نے فرمایا کہ یا امیر المومنین ''شهادة الابن للاب لا تجوز'' اے امیر المومنین بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قبول نہیں ہے۔ اور نہ ہی آزاد کردہ غلام کی۔ لہٰذا فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا گیا۔ اس حیرت انگیز عدل کو دیکھ کر یہودی نے کہا کہ امیر المومنین مجھے آپ اپنے قاضی کے پاس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لائے۔ اور قاضی امیر المومنین کے خلاف فیصلہ دے رہے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دین دینِ برحق ہے۔ اور وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ (ماخوذ از اسلامی عدالت ص:33۔34)

مندرجہ بالا دو مثالیں ہی کافی ہیں کہ ایک آزاد عدلیہ کیسے عظیم فیصلے کرتی ہے۔ اور یہ مقدمات کسی عام انسانوں سے متعلق نہ تھے۔ بلکہ دونوں جلیل القدر ہستیاں خلیفہ راشد تھیں۔ لیکن قاضی نے عدل کے تقاضوں کو پورا کیا۔ اور کسی بڑے منصب کی پرواہ نہ کی۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ بے خوف ہو کر معاملات کرتے انہیں معلوم تھا کہ کوئی شخص کتنا بڑا ہی بااثر کیوں نہ ہوں ان کا حق دبا نہیں سکتا۔ اگر کوئی ظلم اور جبر کے ساتھ ایسا کر لیتا ہے۔ تو آزاد عدالتیں ان کا نہ صرف حق لے کر دیتیں بلکہ ظالم کو قرار واقعی سزا بھی دیتی ہیں۔

قاضی شریح کے بیٹے کا لین دین پر کسی سے جھگڑا ہوا۔ اس ضمن میں اپنے والد سے رائے لی۔ انہوں نے مقدمہ دائر کرنے کا مشورہ دیا۔ مقدمہ دائر ہونے کے بعد طرفین کی بات سنی اور بیٹے کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ بیٹے نے باپ سے شکوہ کیا کہ میں نے آپ سے مشورہ کیا تھا۔ لیکن آپ نے اس وقت یہ رائے کیوں نہ دی۔ قاضی شریح نے فرمایا کہ اگر میں اس وقت اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیتا تو تم فریق مخالف سے صلح کرتے اور صلح کے ذریعے وہ حاصل کر لیتے جو فیصلہ کے ذریعے تمہیں نہیں ملنے والا تھا۔ یہ فہم، ذکاوت، ضمیر کی بیداری، ورع اور تقوی انہی بزرگوں کا حصہ تھا۔ (اسلامی عدالت ص:35)

اس واقعے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ قاضی منصف مزاج ہو تو وہ اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں کرتا کہ عدالت میں کون پیش ہوا ہے۔ اسے تو عدل کرنا ہے خواہ یہ عدل اس کے لخت جگر کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔

بدقسمتی سے آج امت مسلمہ اسی عدل وانصاف سے محروم ہے۔ تمام اسلامی ممالک (الا ماشاء اللہ) اور پاکستان بالخصوص عدل وانصاف کے حوالے سے اپنا قابل رشک ریکارڈ پیش نہیں کرسکتا۔ قیام پاکستان سے لیکر اب تک عدالت عظمی پر ایسے لوگ براجمان رہے۔ جو فیصلہ کرتے وقت حکمرانوں کے اشارہ آبرو کی طرف دیکھتے اور ان کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہمیشہ عدل کا خون کرتے رہے۔ اور دنیاوی مفادات چند ٹکوں کی خاطر انصاف نیلام ہوتا رہا ہے۔ پاکستانی قوم بحیثیت مجموعی ان مفادات سے محروم رہی۔ جو کسی بڑے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فیصلے کی شکل میں اجتماعی طور پر سب کو حاصل ہوتا۔اور حکمرانوں کو ایسے ایسے گر گے میسر آتے رہے جو قانون میں نقب لگانے اور من مرضی تاویلات کرنے ،نظریہ ضرورت جیسے فلسفے کو متعارف کرانے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔جنہوں نے ہمیشہ حکمرانوں کو غلط راستے پر ڈالا اور الٹے سیدھے فیصلے دیکر اقتدار کی غلام گردشوں میں اپنے لیے مستقل جگہ حاصل کرلی۔اور قومی خزانوں پر سانپ بن کر بیٹھ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں عدل کرنے کا حکم دیا۔ارشاد ربانی ہے''**واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل...**''اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔اور اس عدل کرنے میں کسی قوم کی دشمنی رکاوٹ نہ بنے۔فرمایا''**ولا یجرمنکم شنأن قوم علی الاتعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی...**''کسی قوم کی دشمنی تمھیں عدل کرنے سے نہ روکے عدل کرو یہ عمل پرہیزگاری کے قریب تر ہے۔اور اسلامی عدل کی بنیاد اور اساس ہے۔

یوں تو علماامت نے عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے بہت باریک بینی سے قواعد وضوابط اور اصول مرتب کیے ہیں۔جن کی روشنی میں قاضی (جج) مقرر کیے جائیں۔اور وہ قاضی اپنی خداداد صلاحیتوں کے ساتھ ان صفات سے بھی متصف ہوں۔جو انصاف کی فراہمی میں معاون اور مددگار ہوں۔لہذا حاکم وقت پر یہ لازم آتا ہے کہ وہ بھی ججز کو مقرر کرتے ہوئے ان امور کا لحاظ رکھے۔ذاتی پسند نا پسند سے بالاتر ہو کر صرف معیار کو مدنظر رکھے۔مثلاً قاضی کے لیے صاحب علم ہونا از حد ضروری ہے۔وہ حلال وحرام کی تمیز کرسکتا ہو۔اور شریعت کے ساتھ ان تمام مروجہ قوانین پر اس کی نظر ہو۔جس کی روشنی میں فیصلہ کرنا ہے۔نیز سابقہ فیصلوں کے بارے میں بخوبی جانتا ہو۔قاضی عدالت کے معیار پر پورا اترتا ہو۔اس میں سچائی دیانت وامانت ہو۔پاکباز اور کبائر سے مکمل بچنے والا ہو۔فسق وفجور سے دور رہے۔لوگوں میں اس کی اچھی شہرت ہو۔قاضی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ لالچی نہ ہو۔جلد باز اور مغضوب الغضب نہ ہو۔متحمل مزاج اور صابر شاکر ہو۔اس کے مزاج میں تواضع ،انکساری اور عاجزی ہو۔تکبر نخوت غرور سے دور ہو۔منتقم المزاج نہ ہو۔کینہ، بغض اور حسد سے دور رہتا ہو۔دانشمند، معاملہ فہم ،ذہن وفطین اور مدبر ہو۔ان خوبیوں کا اس میں ہونا اس لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی عدالت میں پیش ہونے والے کی قسمت کا فیصلہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے جا رہا ہے۔ اور بسا اوقات ان کی زندگی اور موت کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے ان خوبیوں سے مالا مال شخص ہی قاضی کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہو سکتا ہے۔

لوگوں کو انصاف فراہم کرنا یہ حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔ انصاف سستا اور فوری ہو۔ اور یہ تب ممکن ہے کہ حکومت اس کا خاطر خواہ انتظام کرے۔ اسلام کے زمانہ عروج میں اندلس کے حکمرانوں نے ہر قصبے اور دیہاتوں میں قاضی مقرر کر دیئے تھے۔ تاکہ کسی کو انصاف حاصل کرنے کے لیے دور دراز کا سفر نہ کرنا پڑے۔ بلکہ یہ انصاف انہیں اپنی دہلیز پر میسر آتا تھا۔ اور ان عدالتوں کی باقاعدہ پڑتال کے لیے بھی اہل علم مقرر تھے۔ جو خاموشی سے عدالت میں بیٹھ جاتے۔ اور قاضی کو فیصلہ کرتے دیکھتے۔ کوتاہی کی شکل میں نہ صرف تنبیہ ہوتی بلکہ معزول کر دیئے جاتے۔ لوگ تب مطمئن ہوتے ہیں۔ جب انہیں انصاف ہوتا نظر آئے۔ یہ کام جہاں حکمرانوں کا ہے وہاں قاضیوں کا بھی ہے کہ وہ اپنا فرض منصبی پوری دیانت و امانت کے ساتھ ادا کریں۔

پاکستان میں گذشتہ کچھ عرصہ سے اعلی عدالتیں بازیچہ اطفال بنی رہی ہیں۔ ڈکٹیٹروں نے اسے موم کی ناک بنائے رکھا۔ اور وہ تمام جج معزول کر دیئے گئے۔ جن کے بارے میں تحفظات تھے۔ مقام افسوس ہے کہ حاکموں نے یہ کیسے جرأت کی وہ اعلی عدالتوں کو کھلونا بنا دیں۔ مگر اس سے بھی زیادہ افسوس ان قاضیوں پر ہے۔ جنہوں نے خود کو حاکموں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ اور دوسروں کی آسائش و راحت کے لیے بدترین گناہ اور الزام اپنے سر لیے۔ یہ کیسے بے رحم لوگ ہیں۔ جنہوں نے اپنے اوپر بھی ترس نہ کھایا۔

اب ایک لمبی جدوجہد کے بعد اگر عدالتیں آزاد ہونے کا دعوی کر رہی ہیں۔ تو انہیں اپنے کردار اور عمل سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اب پاکستانی قوم کو انصاف ملے گا۔ اور قوم یہ محسوس کرے گی۔ کہ واقعی عدالتیں آزاد ہو چکی ہیں۔ اعلی عدالتوں کی آزادی کا فائدہ تو تب ہے کہ اس کے اثرات نیچے تک آئیں۔ جہاں اصل فیصلے ہوتے ہیں۔ لوگوں کے اکثر مقدمات ان چھوٹی عدالتوں میں پیش ہوتے ہیں۔ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں اپیلیں دائر کی جاتی ہیں۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ سیشن عدالتوں کا قبلہ درست کیا جائے۔ تاکہ لوگوں کو جلد اور سستا انصاف میسر آ سکے۔ اور اپیل کی نوبت نہ آئے۔ ان عدالتوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے نظام کو صاف شفاف بنایا جائے۔ ان کی پڑتال کا نظام وضع کیا جائے۔ غلطی اور کوتاہی کی شکل میں اس کا فوری ازالہ کیا جاسکے۔ ان عدالتوں کی درستگی تک آزاد عدلیہ کا تصور اور حسین خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ہماری تمام ذمہ داران سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ اپنا اپنا کردار ادا کریں۔ اور پاکستان میں عدل وانصاف کا بول بالا کریں۔

آج بھی پاکستان میں ایسے علاقے ہیں۔ جہاں وڈیروں، جاگیرداروں، خانوں، چودھریوں کا راج ہے۔ ان کی مرضی کے بغیر وہاں کچھ نہیں ہوتا۔ لوگ بنیادی ضرورتوں تعلیم، صحت، خوراک، رہائش سے اب بھی محروم ہیں۔ لیکن اپنی بے بسی اور بے کسی کا کسی جگہ اظہار نہیں کر سکتے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ان مظلوموں کی دادرسی کی جائے۔ ان کے آنسو پونچھے جائیں۔ اور انہیں انصاف دیا جائے۔

اس کے علاوہ کراچی پاکستان کا اہم ترین شہر ہے۔ تجارتی مرکز ہے۔ لیکن گذشتہ کچھ عرصہ سے یہ شہر یرغمال بنا ہوا ہے۔ لوگ بے بس ہیں۔ بات کرنے سے ڈرتے ہیں۔ اس لیے کہ اس کی سزا موت ہے۔ لہذا یہ قومی مسئلہ ہے۔ اس کو حل کرنا از حد ضروری ہے۔

حکومت وقت نے عوامی مفادات پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اور عوام کو ان سے محروم کیا ہوا ہے۔ مثلاً پٹرولیم مصنوعات پوری دنیا میں سستی ہیں۔ خام تیل کی قیمت 145 ڈالر سے چالیس پنتالیس ڈالر پر آگئی ہیں۔ لیکن پاکستان میں تیل سستا نہ ہوا۔ اور چند لوگ بھاری منافع کما رہے ہیں۔ کمیشن مافیا فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اسی طرح بجلی اور گیس کے نرخوں میں بے پناہ اضافہ کیا گیا۔ جس سے مہنگائی آسمان کو چھو رہی ہے۔ اس کو بھی کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے۔ تجارتی عدم توازن ہے۔ چینی کی قیمتوں میں ملی بھگت سے اضافہ کیا گیا ہے۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ وہ مصنوعات جو پاکستان میں تیار ہو رہی ہے۔ باہر کی نسبت پاکستان میں کئی گنا مہنگی ہیں۔ اس کا محاسبہ از حد ضروری ہیں۔

ہم امید کرتے ہیں۔ کہ عدلیہ ان قومی امور پر نظر رکھے گی۔ اور ایسے فیصلے کرے گی۔ جس سے غریب اور پسے ہوئے طبقہ کو بھی فائدہ پہنچے۔ اور آزاد عدلیہ کے لیے دعا گو ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

© rasailojaraid.com